رازِ سربستہ جہاں

شاعر:

آصف رحیم

علم و ادب پبلشرز، کراچی

جملہء حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں۔

کتاب نام: **رازِ سربستہ جہاں**

شاعر: **آصف رحیم**

کمپوزنگ: رژناہ رزاق

سال : 2021

تعداد : 500

قیمت : 600

ٹائیٹل: اسلام نور

ناشر:

علم و ادب پبلشرز، کراچی

دکان نمبر 311، بک مال تیسری منزل، اردو بازار، کراچی

03238014890

Copyright 2021, ASIF RAHEEM BALOCH

©**Edition**: **1ST** Edition: **2021/500**

PRICE: **600**

Published By

ILM O ADAB PUBLISHERS, KARACHI

Shop No. 311 book mall 3rd Floor Urdu bazar Karachi

03238014890

Stockist:

Sangat Book Centre Shaal Quetta

Shop no،12 Sherani Market، Archer Road، Quetta / 03360866860

Shaykahn Communication Gwadar

Near Old Javed Transport، Airport Road، Gwadar/0310-8617277

Meero Stationary & Book point Turbat KECH

Near meeras tailor central jail & custom road kech/03358226311

جاڈین دشتی

کے

نام

فہرست

1. کس قدر شوخ ہے اور مست ہے دیوانہ ہے 7
2. انتہائے زوال میں دیکھا 10
3. آج میخانے میں شراب نہیں 12
4. پھر جُدائی کی راہ کھلتی ہے 14
5. دل دُکھانے کی یہ عادت کیا ہے 15
6. تُو جو روٹھے برا نہیں لگتا 17
7. لب پہ کس طرح سے فریاد آئے 18
8. غمِ دوراں سے بے خبر ہونا............................ 19
9. لمحہ 20
10. ہم نے تاروں کو گذرتے دیکھا 22
11. اک تنہائی کا مزاج اُس کا 24
12. جا بجا شور مچاتے کیوں ہو 25
13. ہاں! زیست کا لگن تھا، وہ جو شہر سے گیا 26
14. میں کہ سمجھا تھا، ترا غم تو دو قدم ہو گا.......... 27
15. آدمی تو ذرا نہیں بدلا 28
16. مے کشی کا کوئی فسانہ ہے 29
17. کبھی بہار کی صورت کبھی خوشی کی طرح 30
18. عمر بھر کے لیے تعزیر جدائی دے گا 31
19. غمِ دنیا میں جا کر کھو گئے ہو........................ 32
20. پھول، خُوشبو، گھٹا، چمن کیا ہے..................... 33
21. دلِ وحشت کا چارہ کر رہا ہوں 34
22. دل ہمارا ہی کچھ دیوانہ تھا 35
23. یادیں.. 36
24. بے بسی کی زبان ہے شاید............................. 37

25. خاک ہو کر کہیں فنا ہونا 38
26. ہجر تھا اک وفا کے دھوکے میں 39
27. غم کو سینے سے لگانا تو بہت مشکل ہے 40
28. جذبۂ دل تھا بے اثر یعنی........................... 41
29. زخم کو پیشِ یار کیا کرنا........................... 42
30. عشق بہتا ہوا سا دریا ہے 43
31. تُو کہ دل سے جُدا نہیں ہوتا 44
32. وہ تو مے کش مزاج لڑکی ہے 45
33. مزدور بچوں کے نام اک نظم.......................... 46
34. ماہیئے 47
35. پھر سے اندیشۂ خیال میں ہے........................ 48
36. وہ اجالوں کا پہر لگتا ہے 49
37. ہر جنوں میری سمت آتا ہے 50
38. کوئی یار تھا جو متاعِ جاں 51
39. اب ترے بعد زندگی جیسے 52
40. تمہارے عشق کا چرچا کرے گا......................... 53
41. کس قدر عارضی زمانہ ہے 54
42. کچھ تو اپنا ہنر سکھا دیجیے 55
43. یہاں بے رُخی رواج ہے 56
44. خود سے اتنا بھی بدگمان نہ ہو 57
45. بسی ہے ایسی تنہائی سی مجھ میں 58
46. زندگی 59
47. ایک دامِ خیال میں گم ہے 60
48. پھر دل کو دوستوں سے توقع زیادہ ہے 61
49. جس نے تشنہ کلام رکھا ہے........................... 62

50. خواب بن کر کسی موسم میں بکھر جائیں گے 63
51. وقت ٹھہرا ہے کہانی میں کہیں 64
52. وقت کے ساتھ محبت کا یہ رُت بدلے گا 67

کس قدر شوخ ہے اور مست ہے دیوانہ ہے
تشنگی میں بھی طبیعت میری رندانہ ہے

رازِ سربستہ جہاں سے کہیں واقف ہی نہ ہو
یہ جو اک رندِ بلا نوش ہے مستانہ ہے

میں بھی قائل ہوں ترے عدل و جزا کا لیکن
سچ کے حصے میں مگر زہر کا پیمانہ ہے

پابا جولاں، کف بادست، قُفل بالب
میری تحریر کا شاید یہی نذرانہ ہے

عندلیب ترا لہو دار پہ افشاں ہے جو آج
ہر لبِ گل پہ فقط تیرا ہی افسانہ ہے

اک نظر اب تو مسیحائے مقتل پہ کرو
یہ جو بسمل سا پڑا ہے، ترا دیوانہ ہے

کتنا ارزاں ہے لہو مفلس و ناداری کا
تیرے انصاف کا تجھ سا ہی تو پیمانہ ہے

اور لے آؤ تمنائے امیدِ ساغر
آج ہم کو تو، ہر اک حد سے گزر جانا ہے

اب خدا کے لیے اتنا بھی تو رسوا نہ کرو
تیرا دیوانہ ہے، دیوانہ ہے، دیوانہ ہے

اب بہار آئی تو مے کش بھی نکل آئیں گے
شوخیٔ گل ہے، کسی ہاتھ میں پیمانہ ہے

نغمۂ زیست تیرے ہوش اڑائے گا ابھی
سازِ دنیا سے جو واقف ہے وہ دیوانہ ہے

پل میں توڑوں گا اسیری کی سبھی زنجیریں
میرے لب پہ بھی نیا، نعرۂ مستانہ ہے

آ کے دیکھو تو سہی محفلِ سرمستوں میں
کہ تیرے نام سے روشن ابھی میخانہ ہے

کس کو معلوم، کس اندیشۂ فردا میں ہے
یہ جو آصف ہے بظاہر کوئی دیوانہ ہے

انتہائے زوال میں دیکھا
انتہائے کمال تھا مجھ میں

میں ترے وصل میں بھی تنہا تھا
ہجر کا کیا سال تھا مجھ میں

تیرا احساس ہوں یہ کیا کم ہے
تیرا ہرپل خیال تھا مجھ میں

میں ہمیشہ اسیرِ عشق رہا
تیری یادوں کا جال تھا مجھ میں

میری بربادیاں سلامت تھی
یعنی اپنا زوال تھا مجھ میں

تم سے اظہارِ عشق کر نہ سکا
ورنہ ہر اک کمال تھا مجھ میں

جس کا کوئی جواب ہی نہ ملا
ایک ایسا سوال تھا مجھ میں

آج میخانے میں شراب نہیں
صرف پیمانے پارسائی کے

ہم کہ نازاں ہے اس اسیری پر
منتظر ہیں کہاں رہائی کے

شیخ و واعظ، ملّا و ناقد
سارے در پے مری بُرائی کے

تم ابھی سے اداس ہو، بیٹھے
مرحلے اور ہیں جُدائی کے

ہم کو شاعر بنا دیا تُو نے
معجزے ہیں تری جُدائی کے

تجھ سے اک رنگ بھی نہیں ملتا
جتنے بھی رنگ ہیں خدائی کے

ہم فقیروں کو اُس کا شوق نہیں
جو تقاضے ہیں پارسائی کے

پھر جُدائی کی راہ کُھلتی ہے
فاصلے جب بھی آکے ملتے ہیں

خواب کے موسمی پرندے اب
دیکھئے کس طرف نکلتے ہیں

تیرے احساس کا بیان ہیں ہم
ہم تیری خامشی سمجھتے ہیں

تم کو آصف رحیم کیا معلوم
لوگ کیسے یہاں بدلتے ہیں

دل دُکھانے کی یہ عادت کیا ہے
جانِ من ہم سے عداوت کیا ہے

نفرتیں گھر سے ملی ہوں جن کو
اُن سے جانو کہ محبت کیا ہے

ہم سے پوچھو نہ زمانے کے ستم
ہم نے دیکھا ہے کہ نفرت کیا ہے

ختم ہو سانس تیری خوشبو پر
اور بیمار کی حسرت کیا ہے

بہ خُدا تم پہ بہت مرتے ہیں
پوچھتے کیوں ہو یہ وحشت کیا ہے

ہم تری خامشی سمجھتے ہیں
بات کرنے کی ضرورت کیا ہے

سچ کی گردن ہو، صلیبوں پہ جہاں
کون جانے گا حقیقت کیا ہے

حق بجانب جو مرے قتل پر ہے
اُس کے اندر یہ ندامت کیا ہے

تُو جو روٹھے برا نہیں لگتا
یہ تیرا فیصلہ نہیں لگتا

مدّتوں سے ملا نہیں ہے تو
مجھ سے پھر بھی جُدا نہیں لگتا

دوستوں نے کیے ہیں اتنے ستم
کوئی دشمن بُرا نہیں لگتا

لب پہ کس طرح سے فریاد آئے
چارہ گر سارے تیرے بعد آئے

ایسے بھی رنگ نہ بدلو اے دوست
تجھ سے مل کر بھی تیری یاد آئے

عہدِ فرصت میں دلِ وحشی کو
عکسِ زنجیر کوئی یاد آئے

غمِ دوراں سے بے خبر ہونا
اتنا آساں نہیں مگر ہونا

کتنا آساں تھا اجنبی تم تھے
کتنا مشکل ہے ہمسفر ہونا

اتنا دشوار کیوں بنایا گیا
زندگی میں گزر بسر ہونا

دل کو اب راس آ گیا شاید
عشق میں تیرے دربدر ہونا

لمحہ

خوابِ گل کا افسانہ
تتلیوں سے تم پوچھو
عندلیب ہی جانے
جب بہار آتی ہے
پھول کیسے کھلتے ہیں
میکدہ محبت کا
کس طرح چھلکتا ہے

چاندنی یہ جانے ہے
قمریوں کی خاموشی
کیسے گیت بُنتی ہے
کیسے سُر مچلتے ہیں
کیسے پیڑ یادوں کا
رات بھر سلگتا ہے

زیست اک فسانہ ہے
عمر تو بہانہ ہے
زندگی کے آخر تک
ہم نے ساتھ جانا ہے
لیکن اے مرے ہمدم
زندگی کہاں تک ہے
زندگی تو پہلے تھی
زندگی تو اب بھی ہے
اور یہ جو لمحہ ہے
اس میں یہ جو جیون ہے
اس کو ایسے کھونا مت
آگے جا کے رونا مت

ہم نے تاروں کو گذرتے دیکھا
چاند اک شخص میں ڈھلتے دیکھا

پھر نہ باقی رہا دریا کا وجود
دو کناروں کو جو ملتے دیکھا

ہم کو ہر بات ادھوری ہی لگی
جب بھی دنیا کو بدلتے دیکھا

آدمی کا غرور اور اتنا
ہم نے تاروں کو بھی گرتے دیکھا

صبح کے وقت میں بچے کی طرح
باغ میں پھول کو کھلتے دیکھا

دل نے ہر سوچ میں تم کو پایا
تم کو ہر شعر میں ڈھلتے دیکھا

عشق کرنے نہیں دیتی دنیا
ہم نے خوابوں کو بکھرتے دیکھا

تیری خوشبو تھی جس کے آنگن میں
ہم نے اُس باغ کو جلتے دیکھا

وہ جو اک یاد تیری باقی تھی
ہم نے اس کو بھی بکھرتے دیکھا

اتنا آساں بھی نہیں ہے جیون
آسماں سر پہ بھی گرتے دیکھا

ساتھ پُرزے بھی اٹھائے دل کے
جب کسی دوست کو گرتے دیکھا

جس کو انسان یہاں کہتے ہیں
ہم نے بازار میں بکتے دیکھا

اک تنہائی کا مزاج اُس کا
پھر اُسے بے وفائی اچھی لگی

میری فطرت میں خود پسندی تھی
اور اسے بھی جدائی اچھی لگی

اس کی فطرت میں ڈھل گیا بارود
آدمی کو تباہی اچھی لگی

گو کہ آیا تھا امتحاں کے لیے
اُس کو تیری خُدائی اچھی لگی

جابجا شور مچاتے کیوں ہو
اپنا غم سب کو بتاتے کیوں ہو

بیٹھ کر راہ گزر پر اُس کی
خاک پلکوں سے اٹھاتے کیوں ہو

عندلیب اجڑے ہوئے گلشن میں
خون یوں اپنا بہاتے کیوں ہو

وہ جو غافل ہے تمہارے غم سے
اپنا غم اُس کو سناتے کیوں ہو

ہاں! زیست کا لگن تھا، وہ جو شہر سے گیا
خود میں اک انجمن تھا، وہ جو شہر سے گیا

خوشبو کا اک ہنر تھا جسے ہم نہ پا سکے
پھولوں کا بانکپن تھا، وہ جو شہر سے گیا

اب جھوٹ ہے، فریب ہے، مکاریاں تو ہیں
رشتوں میں بولپن تھا، وہ جو شہر سے گیا

تنہائیوں کا بن ہے، بیابانیاں تو ہیں
اک جانِ انجمن تھا، وہ جو شہر سے گیا

میں کہ سمجھا تھا، ترا غم تو دو قدم ہوگا
کیا خبر تھی کہ عمر بھر یوں بہم ہو گا

ترے تپاک سے دل کو خوشی زیادہ ہے
تیری جدائی کا شاید بہت ہی غم ہو گا

تری گلی سے گزرتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں
ملے نہ تم تو یہ امید بھی ختم ہوگا

زمانہ داد تو رکھے گا میری میّت پر
یہ خوں بہا مگر آصف بہت ہی کم ہوگا

آدمی تو ذرا نہیں بدلا
اُس زمانے سے اس زمانے تک

زندگی کو اداس رہنا ہے
اک بہانے سے اک بہانے تک

دل میں رسوائیوں کا جنگل ہے
اک فسانے سے اک فسانے تک

اس قدر زندگی ہماری ہے
یاد آنے سے بھول جانے تک

مے کشی کا کوئی فسانہ ہے
دل کی دنیا تمہاری آنکھوں میں

دل کے ماہ و نجوم ڈوب گئے
کہکشاں سی تمہاری آنکھوں میں

تیرے بن زیست کا فسانہ کیا
میری دنیا تمہاری آنکھوں میں

کبھی بہار کی صورت کبھی خوشی کی طرح
وہ ایک شخص جو ہے مجھ میں زندگی کی طرح

وہ سو رہی ہے کہیں مجھ میں رات کی مانند
میں جل رہا ہوں کہیں اُس میں روشنی کی طرح

ہمارے دل کو ہی خوش فہمیاں زیادہ تھیں
نباہ اُس نے تو کی ہم سے ہر کسی کی طرح

تو مانگ دیکھ کسی دن مجھے دُعا بن کر
میں چھوڑ جاؤں گا خود کو بھی بے بسی کی طرح

عمر بھر کے لیے تعزیر جدائی دے گا
کب یہ سوچھا تھا کہ صیاد رہائی دے گا

پہلے تو خوف کے پردے کو ہٹا دے منصف
پھر میرا خون تجھے صاف دکھائی دے گا

جانِ من مجھ کو کبھی میری نظر سے دیکھو
مجھ میں اک شخص کوئی اور دکھائی دے گا

غمِ دنیا میں جا کر کھو گئے ہو
کہ تم بھی خواب جیسے ہو گئے ہو

تمہیں بھی بھَا گیا خاموش رہنا
کہو، تم بھی کسی کے ہو گئے ہو

دُعا بن کر میری سانسوں میں مہکُو
غمِ دنیا میں کیونکر کھو گئے ہو

پڑے ہو گھر کے اک کونے میں آصف
کہ کتنے تم پرانے ہو گئے ہو

پھُول، خُوشبو، گَھٹا، چمن کیا ہے
تم نہیں تو یہ انجمن کیا ہے

روز دستور تُو بدلتا ہے
اے زمانہ ترا چلن کیا ہے

چاندنی اوڑھے، کہکشاں یہ چلے
ایسے درویش کا وطن کیا ہے

چھوڑ کر میں تو سب گیا تھا مگر
یاد کا دل میں کوئی بن کیا ہے

دلِ وحشت کا چارہ کر رہا ہوں
غمِ دنیا زیادہ کر رہا ہوں

تیری موہوم سی خوشی کے لیے
میں دنیا کو گوارہ کر رہا ہوں

کوئی جا کر بتائے ساحلوں کو
میں طوفاں کو کشادہ کر رہا ہوں

دل ہمارا ہی کچھ دیوانہ تھا
اُس کو ویسے ہی کب نبھانا تھا

ایک وہ بھی نئے مزاج کی تھی
پھر یہ رشتہ زرا پرانا تھا

ضرب پہلے ہی لگی تھی دل پر
پھر ترے ہاتھ بکھر جانا تھا

تم پہ ناحق ہی آگیا الزام
مرا قاتل تو یہ زمانہ تھا

دلِ وحشی کا تھا علاج یہی
دامِ صیاد اک بہانہ تھا

یادیں

یہ یادیں موسموں جیسی
نئی رُت سے گلے مل کر
اچانک کھو سی جاتی ہیں
مگر پھر لوٹ آتی ہیں
یونہی اکثر میں تم کو بھول جاتا ہوں
مگر پھر سے کوئی موسم
کوئی خوشبو، کوئی سرگم
کوئی چہرہ، کوئی لمحہ
تم سے جوڑ جاتا ہے
مجھے اکثر رُلاتا ہے

بے بسی کی زبان ہے شاید
خامشی اب بیان ہے شاید

میں کوئی گمشدہ ستارہ ہوں
تو کوئی آسمان ہے شاید

اب تو مل کر ہی ہم نہیں ملتے
بے دلی درمیان ہے شاید

مُشکلیں بے سبب نہیں آصف
یہ ترا امتحان ہے شاید

خاک ہو کر کہیں فنا ہونا
عشق میں تیرے جابجا ہونا

یہ تو ہر آدمی پہ واجب ہے
کچھ جزا ہونا کچھ سزا ہونا

دل کو اکثر اداس کرتا ہے
تری محفل میں پارسا ہونا

ایک تو راہ گزار تھی دشوار
پھر سفر میں ترا جُدا ہونا

ہم نے آصف رحیم دیکھا ہے
آدمی کا یہاں خُدا ہونا

ہجر تھا اک وفا کے دھوکے میں
تیرگی تھی صبا کے دھوکے میں

زندگی کا نہیں ہے نام و نشاں
اک گھٹن ہے ہوا کے دھوکے میں

جُرم کیا تھا میرا نہیں معلوم
جبر دیکھا جزا کے دھوکے میں

ایسی دہشت رچی ہے زہنوں میں
خوف اوڑھا قبا کے دھوکے میں

غم کو سینے سے لگانا تو بہت مشکل ہے
عمر بھر ساتھ نبانا تو بہت مشکل ہے

تم ہی کارن ہو مرے غم کا اگر
اپنا غم تم کو سنانا تو بہت مشکل ہے

خواب جس نے کبھی دیکھے ہی نہ ہوں
اس سے تعبیر کرانا تو بہت مشکل ہے

عمر جس پیڑ کی شاخوں پہ کٹی ہو آصف
جا کے وہ پیڑ گرانا تو بہت مشکل ہے

جذبۂ دل تھا بے اثر یعنی
عمر گزری ہے بے ثمر یعنی

تم اسے زندگی سمجھتے ہو
یوں کٹی ہے تری عمر یعنی

اور تھا ناز دوستوں پہ مجھے
پھر ہوا چاک یہ جگر یعنی

تیرگی تھی وجود میں ہر سُو
اور مقابل تھا اک قمر یعنی

زخم کو پیشِ یار کیا کرنا
عشق کو اشتہار کیا کرنا

کیا بتائیں کسی کو اپنا غم
تم کو بھی رازدار کیا کرنا

چل پڑے ہو جو منزلوں کی طرف
مشکلوں کو شمار کیا کرنا

آنسوؤں کی زبان سمجھے کون
آنکھ کو زیر بار کیا کرنا

عشق بہتا ہوا سا دریا ہے
زندگی کو بہا نہ لے جائے

تم کو سچائی سے عقیدت ہے
تم کو کوئی اٹھا نہ لے جائے

یہ زمانہ بڑا فریبی ہے
تم کو تم سے چُرا نہ لے جائے

تیری خوشبو سی یاد ہے باقی
یہ بھی پاگل ہوا، نہ لے جائے

تنکا تنکا ہے آشیاں جیون
کوئی کالی گھٹا نہ لے جائے

تُو کہ دل سے جُدا نہیں ہوتا
ہجر کا فیصلہ نہیں ہوتا

میں تجھے بھول کر بھی زندہ رہوں
مجھ سے یہ معجزہ نہیں ہوتا

حادثے یوں تو روز ہوتے ہیں
حادثہ، حادثہ نہیں ہوتا

اے شبِ خون کرنے والے بتا
رات میں کیا خُدا نہیں ہوتا!

وہ تو مے کش مزاج لڑکی ہے
دل کو تم میکدہ بنا لینا

زندگی اک حسین موسم ہے
اس کو کیا غمکدہ بنا لینا

تم بھی پتھر بنو گے آخر میں
دل کو نہ بُت کدہ بنا لینا

گر نہیں ذوقِ محبت تم کو
دل میں آتش کدہ بنا لینا

مزدور بچوں کے نام اک نظم

بُھوکے، پیاسے چل رہے ہیں دھوپ میں
پھول بچے جل رہے ہیں، دھوپ میں

کس کی آنکھوں میں خوشی کے خواب ہیں
کس کے ارماں جل رہے ہیں دھوپ میں

کس کی نیت میں ہے تاریکی یہاں
کیسے تارے ڈھل رہے ہیں دھوپ میں

ماہیے

1

پھولوں جیسی پیاری باتیں
پت جھڑ میں یاد آئیں گی
خوشبو سی یہ ساری باتیں

2

فاصلہ بڑھتا جاتا ہے
تیرے میرے بیچ کہیں
وقت گزرتا جاتا ہے

پھر سے اندیشۂ خیال میں ہے
زندگی بے دلی کے جال میں ہے

میرے لفظوں میں کوئی بات نہیں
شاعری اُس کے خدوخال میں ہے

کتنی بے چین ہے یہ رُت دیکھو
اک پرندہ کسی کے جال میں ہے

میرے مضمون میں وہ بات نہیں
اور لیکن ترے سوال میں ہے

وہ اجالوں کا پہر لگتا ہے
تیرگی میں بھی سحر لگتا ہے

کہکشاں کہتی ہے دنیا جس کو
مجھ کو اک راہگزر لگتا ہے

بے وفائی ہی ملی دنیا سے
عشق کرنے سے بھی ڈر لگتا ہے

ہر جنوں میری سمت آتا ہے
کوئی صحرا کا پتہ ہے دل میں

جب بہار آتی ہے کِھل جاتا ہے
زخم اک پھول نما ہے دل میں

جو کہ ہر دکھ کا مداوا ہے مرے
جانتا ہوں وہ خدا ہے دل میں

کیا مجھے بھول گئے ہو تم بھی
شخص ایک پوچھ رہا ہے دل میں

کوئی یار تھا جو متاعِ جاں
غمِ زیست میں کہیں کھُو گیا

ترے رنگ سے جو درخشاں تھا
وہ نصیب بھی کہیں سو گیا

مری شاعری کا جمال سب
تیری سادگی میں کہیں کھو گیا

جسے ناز اپنی انا پہ تھا
تجھے پا کے تیرا ہی ہو گیا

اب ترے بعد زندگی جیسے
یاد کا اک شراب خانہ ہے

وہ جو مشکل سے دل میں اتری ہے
اُس کی تصویر کو مٹانا ہے

پوچھتے کیا ہو تم ہمارا پتہ
ہم فقیروں کا کیا ٹھکانہ ہے

ہم ترے بعد مر گئے کب کے
زندگی اب کوئی بہانہ ہے

تمہارے عشق کا چرچا کرے گا
یہ دل شاید مجھے رسوا کرے گا

خبر کیا تھی ہمیں تخلیق کر کے
پھر ہم سے بھی کوئی پردہ کرے گا

پتہ کیا تھا تمہاری آرزو میں
یہ جیون یوں ہمیں رسوا کرے گا

زمانے کو نہ چاہو اتنا آصف
تری چاہت کا بھی سودا کرے گا

کس قدر عارضی زمانہ ہے
آدمی، آدمی کا دھوکا ہے

جس کو تم زندگی سمجھتے ہو
جانِ من زندگی کا دھوکا ہے

یہ تمہارا ہی غم ہے لفظوں میں
جو مری شاعری کا دھوکا ہے

بے وفائی کا زخم دل پر ہے
جو تری سادگی کا دھوکا ہے

کچھ تو اپنا ہنر سکھا دیجیے
مُسکرا کر بھی دل دُکھا دیجیے

ہم تری انجمن میں ہیں یا نہیں
یار اتنا فقط بتا دیجیے

تیغ زن ہیں تمہارے نام پہ سب
سچ کا رستہ کوئی بنا دیجیے

رقصِ بسمل کرے جو دار پر بھی
عشق ایسا ہمیں سکھا دیجیے

یہاں بے رُخی رواج ہے
مجھے تجھ سے کوئی گلہ نہیں

کروں کیوں نہ تجھ سے کوئی سوال
تُو، تو آدمی ہے، خُدا نہیں

مجھے یاد رکھنے کا خبط ہے
تجھے بھولنے کی دعا نہیں

ہم اُسی کے ہو گئے سر بہ سر
جسے اتنا تک بھی پتا نہیں

رہو دور تک میرے ساتھ تم
ابھی زخم میرا بھرا نہیں

خود سے اتنا بھی بدگمان نہ ہو
وقت اکثر یہاں بدلتا ہے

ہم بھی گزرے ہیں ان زمانوں سے
وقت آخر کہاں ٹھہرتا ہے

تو بھی آصف رحیم ناداں ہے
درد کو زندگی سمجھتا ہے

بسی ہے ایسی تنہائی سی مجھ میں
تمہاری یاد تک دل میں نہیں ہے

مجھے خود سے ہی شاید دشمنی ہے
جنوں اتنا بھی قاتل میں نہیں ہے

ہمارا جی نہیں لگتا وہاں اب
ترا قصہ جو محفل میں نہیں ہے

زندگی

ماں کی محبت
بچوں کی خوشی ہے زندگی
صبح کی کرن
شب کی تیرگی ہے زندگی
سمندروں کا شور
پربتوں کا حُسن ہے زندگی
وصل کے گیت
ہجر کا سوز ہے زندگی
غالب کی غزل
فیض کی نظم ہے زندگی
دوستوں کی گفتگو
گیان کی خامشی ہے زندگی

ایک دامِ خیال میں گُم ہے
دل کہ تیرے جمال میں گُم ہے

زندگی لمحۂ موجود میں ہے
آدمی ماہ و سال میں گُم ہے

پھر دل کو دوستوں سے توقع زیادہ ہے
کاغذ کی کشتیوں پہ سفر کا ارادہ ہے

پھر تیری یاد میں یہ طبیعت بہل گئی
پھر لب پہ شعر، ہاتھ میں غم کا بادہ ہے

پہلے ستم اٹھانے کے یوں حوصلے نہ تھے
یہ دل تمہارے آنے سے کتنا کشادہ ہے

لوگوں کی دوستی کا تمہیں اعتبار ہے
آصف رحیم تو بھی مگر کتنا سادہ ہے

جس نے تشنہ کلام رکّھا ہے
اُس نے ہاتھوں میں جام رکّھا ہے

اپنے تاریک سے مکانوں میں
آگہی کا جو بام رکّھا ہے ؟

وہ بھی اک یارِ بے وفا تو ہے
زندگی جس کا نام رکّھا ہے

کس نے انسان کے نصیبوں میں
استحصالی نظام رکّھا ہے

خواب بن کر کسی موسم میں بکھر جائیں گے
ہم ترے شہر سے اک روز گزر جائیں گے

تم یہ جھوٹوں میں کہاں آئنہ لے کر آئے
تم کو دیکھیں گے تو یہ لوگ بپھر جائیں گے

ہم سمندر کی طرف بڑھتے ہوئے دریا ہیں
تم کو کیوں وہم ہے صحرا میں اتر جائیں گے

ہم نے بیچا نہیں بازار میں دل کا کُندن
ظلم کی آگ میں تپ کر بھی نکھر جائیں گے

وقت ٹھہرا ہے کہانی میں کہیں
داستاں گو کو ہے مشکل آگے

کب یہ آتش فشان پھوٹے گا
کب ترا نام لب پر آئے گا

عندلیب لوٹ کے آئے ہو کس گلشن کے لیے
اب تو اس دل پہ کوئی شاخِ تمنا بھی نہیں

اس کی تعلیم محبت کی تھی
جانے کیوں آدمی نفرت پہ گیا

ایک ہم ہیں تمھیں ڈھونڈتے پھرنا برسوں
اک تم ہو کہ رگِ جان میں پنہاں رہنا

وقت کے ہاتھ میں ہے جادوگری
راز یہ سب کے کھول دیتی ہے

خامشی مجھ سے کہا کرتی ہے
بے سبب گفتگو نہیں کرتے

دل کی وادی میں جب اترے گی بہار
رنگ پھولوں پہ تمھارا بھی نظر آئے گا

جس کا بادِ صبا سا لہجہ تھا
اس سے ہم کیا کوئی گلہ کرتے

عشق تو دو دلوں کا سودا تھا
لوگ دربار میں اٹھا لائے

سمندر اشک کا پھیلا ہے آنکھوں میں
جزیرے خواب کے سب گم ہیں پانی میں

ہماری خشک آنکھیں یہ بظاہر تو چٹانیں ہیں
چٹانوں کی تہوں میں بھی مگر کاریز بہتے ہیں

وقت کے ساتھ محبت کا یہ رُت بدلے گا
دیکھنا وہ بھی کسی روز بہت بدلے گا

گھر کو ہم نے تو کنارے سے بہت دور رکّھا
کیا پتا تھا کہ یہ دریا بھی سمت بدلے گا

ہیں مشینوں کا یہ چکر جو ترے سر پہ سوار
آدمی یہ تری دنیا کو بہت بدلے گا

راستے سو گئے سب برف کی چادر اوڑھے
یار لوٹ آئیں گے ہم جب یہ رُت بدلے گا